مفتی محمد فہیم اللہ
لیکچرار گورنمنٹ کالج چارسدہ

گلِ گلستاں جاتا رہا!

بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں، جن کا بچھڑنا صرف ایک خاندان، علاقے یا ملک کے لوگوں کے لیے نقصان وزیاں نہیں ہوتا، بلکہ اُن کے بچھڑنے سے گویا پوری امت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ جاتا ہے اور اُن کے جانے سے روحانی طور پر ایک ایسا خلا پیدا ہوجاتا ہے، جس کو بھرنا مشکل ہی نہیں ، بلکہ ناممکن ہوجاتا ہے۔ ایسی ہستیوں کی یادیں زندگی کے ہر موڑ پر دلوں کو گرماتی ہیں، ہر نشست و برخاست میں، چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے ان کی نورانی ادائیں آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں، وہ مرکر بھی ہمیشہ کے لیے دلوں میں زندہ رہتی ہیں۔

ایسی ہی ایک نابغہ رُوزگار شخصیت ،شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنیؒ کی بھی تھی، جن کے جانے سے صفِ ماتم بچھ گئی، افسردگی کے بادل اُمڈ آئے اور مجلسیں ویران ہوگئیں۔ یہ ۳۰ ؍اکتوبر ۲۰۱۵ء کی ایک بدنصیب شام تھی (اگرچہ اُن کے لیے اپنے حقیقی محبوب سے ملاقات کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے عظیم نعمت اور خوشخبری ہوگی)، جب ڈاکٹر صاحب لاکھوں روحانی فرزندان کو سوگوار چھوڑ کر اس دارِفانی سے رحلت کرگئے۔ إنالله وإنا إليه راجعون!

ڈاکٹر صاحب صرف اس صوبے کے نہیں ، بلکہ پورے ملک کے عظیم مفسرینِ قرآن میں سے ممتاز حیثیت رکھنے والے تھے۔علمِ حدیث میں آپ جامعہ حقانیہ کی رونق اور دارالحدیث کی زینت شمار ہوتے تھے۔ اُن سے براہِ راست علمِ تفسیر و حدیث حاصل کرنے والے علما وطلبا کی تعداد لاکھوں میں ہے۔

اِس پرفتن دَور میں قرآن کی خدمت کرنے والے اس عظیم مفسر کو اگر موجودہ دَور کے اعتبار سے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے لقب سے نواز کر حبر الامۃ کہا جائے تو اس میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہوگی۔قرآنِ کریم کے ایک ایک لفظ کی وضاحت کے لیے عربی زبان کے مشہور شعرا کے کلام سے ایسی دلیل پیش کرتے کہ سننے والا حیران رہ جاتا کہ یہ مفسر اور محدث ہے یا عربی زبان کا کوئی مشہور ادیب اور شاعر۔آپ کو فارسی، اُردو، پشتو اور عربی کے ہزاروں اشعار اَز بر تھے اور اِن کا برمحل استعمال کوئی آپ سے سیکھتا۔ایسا لگتا کہ یہ شعر گویا شاعر نے اسی موقع کے لیے ہی کہا ہے۔عربی محاورات اور ضرب الامثال پیش کرتے تو ساتھ ساتھ مدینہ منورہ اور دیگر عربی ممالک میں گزارے ہوئے وقت کی کوئی داستان بھی سُنا دیتے ،جس سے عربوں کی ثقافت پر کامل دسترس کا بھی اندازہ ہوجاتا۔ مادری

زبان تو پشتو تھی، لیکن فارسی، عربی اور اُردو پڑھنے لگ جاتے تو کسی کو ذرہ برابر شک نہیں ہوتا تھا کہ یہ اکوڑہ خٹک کے ایک پٹھان گھرانے کا چشم و چراغ ہے۔

امت کے لئے تڑپ اور درد

اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کے سینے کو قرآن وحدیث اور علومِ نبوی کے لیے کھول رکھا تھا، بالکل اسی طرح اُن کے دل کو امت کے غم ودرد سے لبریز کر دیا تھا۔ وطنِ عزیز میں داخلی بدامنی ہو یا سیاسی بے چینی، کشمیر وافغانستان کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم ہوں یا شام ومصر وفلسطین کے حالات؛ سبھی کے بارے میں پریشان رہتے اور ہر درس کے بعد اِن سب مسلمانوں کے لیے دُعا گو رہتے۔ اکثر وبیشتر مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کو یاد کرتے رہتے اور موجودہ دَور میں نفاذِ اسلام کے لیے مثبت طریقے سے کوششیں کرنے والوں کو سراہتے اور اُن کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے۔

حق گوئی و بے باکی

ڈاکٹر صاحب دل کے بڑے پاکیزہ تھے۔ جو بات دل میں ہوتی، وہی زبان پر رہتی۔ اگر کسی سے کوئی گلہ شکوہ ہوتا تو مناسب انداز میں اُس کا اظہار بھی کرتے، خاص کر مذہبی امور میں کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے۔ آپ بالکل مولانا حسن جان مدنی شہید رحمہ اللہ کی طرح برملا حق بات کہنے والے تھے۔ اگر دین کے لباس میں کسی کو غلط کام کرتے دیکھتے تو اُس کی اصلاح کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ اگر کسی سیاسی یا جہادی لیڈر ورہنما سے کسی بات پر اختلاف ہوتا تو برملا کہتے کہ یہ کمزوری ختم کر دو تو اچھا ہوگا۔ دل میں نفرت اور ناراضگی لے کر پھرنے والوں میں سے نہیں تھے۔ اختلاف کرنے والے بھی اگر آپ کے آستانے پر آتے اور اپنی غلطی تسلیم کر لیتے تو اُن سے شیر وشکر ہو جاتے۔

خندہ پیشانی اور مہمان نوازی

اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہ صرف ''شیرین زبانی'' کی نعمت سے نوازا تھا، بلکہ آپ کے دل کو ایمان اور اخلاص کی مٹھاس بھی دی تھی۔ آپ چاہے اُس کے پرانے دوست یا شاگرد ہوتے یا پہلی مرتبہ ملاقات کرنے والے کوئی مہمان؛ ایسی بے تکلفی سے ملتے جیسے اُن سے برسوں کی شناسائی اور تعلق ہے۔ ضیافت اور مہمان نوازی تو علما کا خاصہ ہے ہی، لیکن اُن کی ضیافت سب سے عجیب تھی، تکلف سے پاک ہونے کے باوجود جو کچھ پیش کرتے تو اُس سے مہمان کا دل بھرنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔

سیاسی نشیب وفراز کی بصیرت

تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں میں سے تھے۔ پاکستانی تاریخ کے نشیب وفراز اورقربانیاں اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں،اِس لیے بے دینی اور بے راہ روی کو دیکھ کر دل بہت دُکھتا تھا۔ چونکہ انگریزوں اور ہندوؤں کے ظالمانہ تسلط کا زمانہ کچھ حدتک مشاہدہ کرلیا تھا،اس لیے جہاد سے حددرجہ شغف تھا۔ مجاہدینِ افغانستان اور چیچنیا و بوسنیا اور کشمیر کے مظلوموں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا آپ کا شیوہ تھا۔

سفر آخرت

دل کا عارضہ لاحق ہونے کی بناپر آخری عمر میں وہ انتہائی علیل تھے۔ڈاکٹروں نے زیادہ باتیں کرنے سے منع بھی کیا تھا،لیکن درس کا بے حد شغف ہونے کی وجہ سے دارالحدیث تشریف لایا کرتے تھے۔ جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد اُسی ہی دن ۳۰/اکتوبر ۲۰۱۵ء کو عصر سے کچھ قبل داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر ہمیشہ کے لیے اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ کہتے ہیں کہ اہل اللہ کی پہچان اُن کی موت کے بعد ہوتی ہے۔لاکھوں کی تعداد میں عقیدت مندوں نے آہوں اورسسکیوں میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔تدفین کے کچھ ہی دیر بعد قبر کی خوشبو نے فضا کو معطر کیا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخِ زیبا لے کر